Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے

روزنامہ الفضل ربوہ
فون: ۴۴۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد ۴۳/۷۸ | ہفتہ ۲۱/ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ ' ۹ اخاء ۱۳۷۲ھش ' ۹ اکتوبر ۱۹۹۳ء نمبر ۲۲۵

ہم نے ہر صورت میں برائی کا مقابلہ کرنا ہے

ہمت پیدا کرو اور اپنا معیار بلند کرو اور اپنے عزائم کو بلند کرو اور پختہ کرو کہ ہم نے ہر صورت سے برائی کا مقابلہ کر کے نہ صرف یہ کہ اس کو اپنے اندر نہیں داخل ہونے دینا بلکہ اس کو غیروں سے بھی نکالنا ہے۔ اگر تم یہ کر سکتے ہو اور دعا کی مدد سے ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہو تو ضرور ایسا کرو۔ اور بھاگو نہیں۔ کیونکہ ہم نے تو میدان سر کرنے ہیں۔

(حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ)

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

میں پھر بیان کرتا ہوں اور یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ رحم دو قسم کا ہوتا ہے۔ اول رحمانیت اور دوسرا رحیمیت کے نام سے موسوم ہے۔ رحمانیت تو ایسا فیضان ہے کہ جو ہمارے وجود اور ہستی سے بھی پہلے شروع ہوا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے ہمارے وجود سے پیشتر ہی زمین و آسمان' چاند و سورج اور دیگر اشیاء ارضی و سماوی پیدا کی ہیں' جو سب کی سب ہمارے کام آنے والی ہیں اور کام آتی ہیں۔ دوسرے حیوانات بھی ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مگر وہ جبکہ بجائے خود انسان ہی کے لئے مفید ہیں اور انسان ہی کے کام آتے ہیں۔ تو گویا مجموعی طور پر انسان ہی ان سب سے فائدہ اٹھانے والا ٹھہرا۔ دیکھو جسمانی امور میں کیسی اعلیٰ درجہ کی غذائیں کھاتا ہے۔ اعلیٰ درجہ کا گوشت انسان کے لئے ہے۔ ٹکڑے اور ہڈیاں کتوں کے واسطے۔ جسمانی طور پر تو کسی حد تک حیوان بھی شریک ہیں' مگر روحانی لذات میں جانور شریک نہیں ہیں۔ پس یہ دو قسم کی رحمتیں ہیں۔ ایک وہ جو ہمارے وجود سے پہلے ہی عطا ہوئی ہیں اور دوسری وہ جو رحیمیت کی شان کے نمونے ہیں اور وہ دعا کے بعد پیدا ہوتے ہیں اور ان میں ایک فعل کی ضرورت ہوتی ہے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۲۷)

سچ بولنے کے ساتھ احسن قول کی پابندی بھی کی جائے

(حضرت امام جماعت احمدیہ الثالث)

اللہ تعالیٰ نے انسان کی زبان کو بھی آزاد نہیں چھوڑا۔ اس پر بہت سی پابندیاں عائد کی ہیں اور ایک (صاحب ایمان) کا فرض قرار دیا ہے کہ وہ صرف سچ ہی بولنے والا نہ ہو' صرف قول سدید ہی کا پابند نہ ہو بلکہ احسن قول کی پابندی کرنے والا ہو۔ اور حکمت یہ بیان کی کہ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو شیطان تمہارے درمیان فساد ڈال دے گا (۔۔) انسان کی زبان کا اعمال صالحہ میں سے ہر عمل کے ساتھ تعلق پیدا ہو سکتا ہے اور ہر عمل کو انسان کی زبان ضائع بھی کر سکتی ہے۔ اس لئے انسان کی زبان کو اس کے قول کو' اس کے اظہار کو (دین حق) نے بڑی ہی اہمیت دی ہے۔ اور اسے اس طرف متوجہ کیا ہے کہ اگر تم اپنی زبان سنبھال کر نہیں رکھو گے تو اللہ تعالیٰ کے غضب کے مورد بن جاؤ گے اور خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی بجائے شیطان کے مقرّب ٹھہرو گے۔ حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) نے اسی اصول تعلیم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے۔

بد بخت تر تمام جہاں سے وہی ہوا
جو ایک بات کہہ کے ہی دوزخ میں جا گرا
پس تم بچاؤ اپنی زبان کو فساد سے
ڈرتے رہو عقوبت ربّ العباد سے
دو عضو اپنے جو کوئی ڈر کر بچائے گا
سیدھا خدا کے فضل سے جنت میں جائے گا
وہ اک زباں ہے عضو نہانی ہے دوسرا
یہ ہے حدیث سیدنا سید الوریٰ

(براہین احمدیہ)

غرض جہاں تک عام بول چال کا تعلق ہے'

باقی ص ۷ پر

ملٹری اعزاز

○ امسال یوم آزادی ۱۴۔ اگست ۱۹۹۳ء کے موقع پر عسکری فرائض کی باحسن انجام دہی اور فرض شناسی کے اعتراف پر مکرم ڈاکٹر میجر کے۔ احمد صاحب کو حکومت پاکستان نے تمغہ امتیاز (ملٹری) کا اعزاز عطا کیا ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ مکرم ڈاکٹر صاحب موصوف کی مزید دینی و دنیوی ترقیات کے لئے دعا فرماویں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کا یہ اعزاز آئندہ ترقیوں کا پیش خیمہ ثابت فرمائے۔

وکالت تبشیر' تحریک جدید' ربوہ
کا نیا ٹیلی فون نمبر

احباب جماعت کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ وکالت تبشیر ربوہ کا نیا ٹیلی فون نمبر (04524) 212326 ہے

اظہار تشکر

○ مکرم مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب کراچی۔ رقم فرماتے ہیں۔

ہماری بیٹی' جماعت کی بیٹی عزیزہ محترمہ حور جہاں بشریٰ داؤد صاحبہ کی المناک رحلت پر احباب جماعت نے جس طرح ہمارے غم کو اپنا غم سمجھ کر تعزیت کی ہے اس کے لئے ہم پہلے تو اپنے پروردگار کے شکر گذار ہیں جس نے حضرت بانی سلسلہ کی جماعت کو اخلاص و محبت کی ایسی بے مثال دولت سے مالا مال کر دیا کہ سب ایک دوسرے کے ساتھ کنگھی کے دندانوں کی طرح پیوست ہیں۔ اور پھر ہر فرد کے لئے دعا گو ہیں جس درد بھرے احساس سے تاریں' فون' فیکس اور خطوط بھیجے گئے

باقی ص ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ	پبلشر: آغا سیف اللہ- پرنٹر: قاضی منیر احمد مطبع: ضیاء الاسلام پریس - ربوہ مقام اشاعت: دارالنصر غربی - ربوہ	قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے

۹/اخاء ۱۳۷۲ ہش ۹/اکتوبر ۱۹۹۳ء

مشعل راہ

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ پر سلامتی نازل فرماتا رہے' فرماتے ہیں۔ ا۔ دعا کا اصول یہی ہے اللہ تعالیٰ قبول دعا میں ہمارے اندیشہ اور خواہش کے تابع نہیں ہوتا۔

۲۔ بہت سے کام نہایت خوشی سے مبارک سمجھ کر کرتے ہیں اپنے خیال میں ان کا نتیجہ بہت ہی مبارک خیال کرتے ہیں مگر انجام کار وہ ایک غم اور مصیبت ہو کر چمٹ جاتے ہیں۔

۳۔ یہ بات بھی بحضور دل سن لینی چاہئے کہ قبول دعا کے لئے چند شرائط ہوتی ہیں ان میں سے بعض تو دعا کرنے والے کے متعلق ہوتی ہیں اور بعض دعا کرانے والے کے متعلق۔ دعا کرانے والے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کو مدنظر رکھے اور اس کے غناء ذاتی سے ہر وقت ڈرتا رہے اور صلح کاری اور خدا پرستی اپنا شعار بنالے۔

۴۔ بعض اوقات انسان کسی دعا میں ناکام رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے دعا رد کر دی حالانکہ خدا تعالیٰ اس کی دعا تو سن لیتا ہے اور وہ اجابت بصورت رد ہی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے لئے درپردہ اور حقیقت میں بہتری اور بھلائی اس کے رد ہی میں ہوتی ہے۔

۵۔ تقویٰ کی راہ اختیار کریں کیونکہ تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو احکام الٰہی کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں اور اگر احکام الٰہی کو مختصر طور پر بیان کرنا چاہیں تو مغز (احکام الٰہی) تقویٰ ہی ہو سکتا ہے۔

۶۔ مرے دوستوں کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہنا چاہئے کہ اکثر اوقات انسان اہل و عیال اور اموال کی محبت ہاں ناجائز اور بے جا محبت میں ایسا محو ہو جاتا ہے اور اکثر اوقات اس محبت کے جوش اور نشہ میں ایسے ناجائز کام کر گذرتا ہے جو اس میں اور خدا تعالیٰ میں ایک حجاب پیدا کر دیتے ہیں۔

۷۔ ہم اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا علم نہ رکھنے کی وجہ سے تکلیف اور مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں۔

تم مرے پاس بھی رہتے ہو بہت دور بھی ہو
دل کی گہرائی میں ہو اور سرِ طور بھی ہو
مرے افکار کو دیتے ہو بلندی کا مقام
اور چلنے میں مرے پاؤں کی زنجیر بھی ہو

ابو الاقبال

گلشنِ انسانیت کی ڈالی ڈالی پات پات
ایسے لگتا ہے کہ سنتے ہیں کسی کی بات بات

ہر طرف' ہر سمت اک آواز دی جانے لگی
خود بخود اک غلغلہ پیدا ہوُا ہے شش جہات

دینِ حق کی بات نے ایسا سماں پیدا کیا
آسمانوں سے چلی ہو جیسے سج دھج کے برات

چھٹ گئیں مایوسیاں' دل کو ملا اک عزمِ نو
دُھل گئی ہر روح کی میلی کچیلی کائنات

مہرومہ تاریک ہوں' تارے گریں نہریں بہیں
سوچ لو کس کی ہیں یہ فرمودہ ساری بیّنات

آج تک قائم ہے ہر اچھے برے کا امتیاز
روزِ اول سے ہیں دونو ایک جیسی واردات

نور کی اک اک کرن سے سینۂ ظلمت ہے چاک
ہر نمودِ صبح سے معدوم ہو جاتی ہے رات

اب کُھلا اہلِ خدا ہوتے ہیں کیونکر کامیاب
کس طرح ہوتی رہی ہے اہلِ باطل ہی کو مات

اے خدائے دو جہاں اب آگ کو گلزار کر
ہر گلی کے موڑ پر ہر چیز ہے شعلہ صفات

ہر کسی کو مل رہی ہے آج عمرِ جاوداں
کس کے نقشِ پا نے بخشا بے ثباتی کو ثبات

لمحہ لمحہ سعئِ پیہم ہم پہ لازم ہے نسیم
منحصر ہے گو خدا کے فضل پر اپنی نجات

نسیم سیفی

خدا ان لوگوں کی پناہ ہو جاتا ہے جو اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں سو خدا کی طرف آجاؤ اور ہر ایک مخالفت اس کی چھوڑ دو اور اس کے فرائض میں سستی نہ کرو اور اس کے بندوں پر زبان یا ہاتھ سے ظلم مت کرو اور آسمانی قہر سے ڈرتے رہو کہ یہی راہ نجات ہے۔ (حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صاحبزادہ مرزا مجید احمد

آداب نشست و برخاست

جس چیز پر آپ کی سب سے پہلے نظر پڑتی ہے اور جو آپ کو متاثر کرتی یا نفرت دلواتی ہے وہ انسان کا ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تو آپ کو آپس میں معاملات کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ کوئی شخص جھوٹا ہے۔ بد دیانت ہے۔ چور ہے یا ایمان دار اور مخلص۔ اگر ایک شخص آپ کو گندا بھی نظر آئے۔ اسے بات کرتے کھانے پینے اور شت و برخاست کی تمیز نہیں تو آپ ہرگز ہرگز ایسے شخص سے متاثر نہ ہونگے اور اگر وہ ہزار دعویٰ کرے کہ وہ باخدا انسان ہے یا خدا تک پہنچنے کا راستہ دکھا سکتا ہے تو اغلباً" آپ کا پہلا رد عمل یہ ہو گا کہ بھئی مجھے ایسے خدا اور ایسے مذہب سے معاف ہی رکھو جس کا تم نمونہ ہو۔

یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ ہم دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہمارے پاس وہ عالمگیر پیغام ہے جو دین و دنیا کے تمام معاملات میں مکمل راہ نمائی کرتا ہے اور زندگی کا کوئی شعبہ نہیں جس کا یہ احاطہ نہ کرتا ہو۔ یہ تمہیں خانگی معاملات میں راہ نمائی کرتا ہے۔ معاشی معاملات میں راہ نمائی کرتا ہے۔ معاشرتی معاملات میں راہ نمائی کرتا ہے اور مذہب کا وہ تصور پیش کرتا ہے جس میں خدا کی وحدانیت کی حسین تصویر ہوتے ہوئے انسان کے ہر مرحلہ میں خدا کی طرف سفر میں قدم قدم پر راستہ دکھاتا ہے۔ جو انسان کا بطور انسان احترام سکھاتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ سب کچھ ہوتے ہوئے ہم اپنے معاشرتی معاملات میں باقی مہذب دنیا کے مقابلہ میں اتنا پیچھے کیوں ہیں۔ ہم کیوں ایک خول میں بند ہو گئے ہیں۔ ہمارا رہن سہن۔ بول چال۔ چلنا پھرنا۔ کھانا پینا۔ شت و برخاست کیوں لوگوں کو متاثر نہیں کرتا۔ آپ کھانے سے پہلے اللہ کا نام لیتے ہیں مگر پھر جس طرح آپ کھاتے ہیں اگر اس سے ایک مہذب آدمی کو گھن آتی ہو تو آپ کا صرف اللہ کا نام پڑھ لینے سے تو وہ مرعوب ہونے سے رہا۔ اسے تو شاید یہ بھی معلوم نہ ہو کہ آپ نے کیا پڑھا تھا اور کیوں پڑھ رہے تھے لیکن آپ کے کھانے کے طریق کے لئے کسی وضاحت کی ضرورت نہیں پڑیگی۔

ایک بات یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت جمیل بھی ہے۔ وہ خود جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔ جمال سے صرف ظاہری حسن ہی نہ لیں۔ اس میں ہر طرح کا حسن شامل ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کو اپنے آپ میں اجاگر کرے۔

جمیل کی صفت یہ بھی تقاضا کرتی ہے کہ اپنی رہائش گاہوں کو جہاں تک ممکن ہو جمیل بناؤ۔ ضروری نہیں کہ عالی شان ہی گھر ہوں۔ چھوٹے چھوٹے گھر بھی نفاست کی عکاسی کرسکتے ہیں۔ یورپ خصوصاً سوئٹزرلینڈ میں کوئی گھر ایسا نہ ہو گا جس کی کھڑکیوں میں موسم کے پھولوں کے گملے نہ رکھے نظر آتے ہوں۔ چند روپوں کی بات ہوتی ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ آپ کی ترجیحات کیا ہیں۔ پھر خوبصورتی لباس کی ہوتی ہے۔ اخلاق کی ہوتی ہے گلی کوچوں کی ہوتی ہے۔ زندگی کا کون سا شعبہ ہے جس میں خوبصورتی نہ پیدا کر سکیں۔ ہم دعویٰ تو کرتے ہیں کہ انگریز غلیظ ہوتا ہے وہ طہارت کے لئے پانی استعمال نہیں کرتا۔ اسے پاکی ناپاکی کا احساس نہیں۔ کیونکہ یہ ناپاکی تو ایسی ہے جو نظر نہیں آتی مگر ہماری غلاظت تو کھلے عام نظر آتی ہے۔ لوگ سڑکوں گلیوں میں سرعام کھلے بندوں پیشاب کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے اس پر غضب خدا اکابر سرعام وٹوانی کرتے پھرتے ہیں۔ یہ تو انتہائی ذہنی غلاظت بھی ہے۔ رسول ﷺ نے تو بیت الخلا میں داخل ہوتے ہوئے کلام یعنی آواز تک کی شرم کا خیال رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ کجا یہ بر سرعام حرکت۔ ہمارے گلی کوچے گند سے بعض دفعہ اس طرح اٹے پڑے ہوتے ہیں کہ چلنا پھرنا دوبھر ہو جاتا ہے۔ سڑاند اٹھ رہی ہوتی ہے۔ رسول ﷺ نے تو پیاز کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا کہ فرشتوں کو اس بدبو سے تکلیف ہوتی ہے غلیظ شہروں میں تو شاید فرشتوں کا داخلہ ہی ممنوع ہوتا ہوگا اور یہاں تو شہروں سے بدبو کے بھبھاکے اٹھ رہے ہوتے ہیں۔

آپ کسی پارٹی میں چلے جائیں تو ایک حساس آدمی کے لئے لوگوں کا اس طرح کھانے پر گرنا بڑا ہی تکلیف کا موجب ہوتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ شاید یہ ان کی زندگی کا آخری کھانا ہے ایک حشر کا سامان ہوتا ہے۔ جس جگہ لوگ کھانا کھا رہے ہوتے ہیں وہاں زمین پر ایسا معلوم دیتا ہے کہ ہڈیوں کا چھڑکاؤ کیا ہوا ہے۔ لوگ حرص کے مارے زیادہ کھانا ڈال لیتے ہیں پھر بھی اس خوف سے کہ کھانا ختم نہ ہو جائے میز کے ارد گرد اس طرح چمٹے رہتے ہیں گویا برسوں بعد محبوب ملا ہو اور پھر آدھا کھانا چھوڑ دیتے ہیں جو کسی کے کام آنے سے رہا۔ اور برائے خدا اب کیا حرج ہے کہ ہم چاول اور سویٹ ڈش کھانے کے لئے چمچے کا استعمال شروع کر دیں جہاں تک ممکن ہو ہاتھ سے کھانے سے پرہیز کریں۔ چمچے سے کھانا زیادہ Hygenic ہے اور صاف ہے آپ کے ہاتھ بھی گندے ہونے سے بچ جاتے ہیں۔ اور ہاتھ سے کھانے سے ہم کب اگلی تہذیب کے مرحلہ میں داخل ہونگے۔ چمچہ تو کوئی مہنگی چیز نہیں۔ غریب سے غریب آدمی بھی خرید سکتا ہے۔ (چمچے سے میری یہاں مراد کھانے والا چمچہ ہے آج کل کے عرف عام والا چمچہ تو اور بھی سستا ہے) آخر سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس حالت میں آدمؑ کو پیدا کیا تھا کیا اللہ تعالیٰ کا یہ منشا تھا کہ انسان اسی معاشرہ میں کولھو کے بیل کی طرح جتا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو انسان کو ہر جہت میں ترقی کے لئے پیدا کیا ہے۔ اسی بناء پر تو وہ اس بوجھ کو اٹھانے پر رضامند ہو گیا جسے باقی تمام مخلوق نے اٹھانے سے معذوری کا اظہار کیا کیونکہ اس میں ترقی کا مادہ موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ وہ ہر جہت میں ترقی کی منزلیں طے کرتا چلا جائے اور جب وہ چاند پر کمند ڈالے تو اسے احساس ہو کہ جسے وہ اپنا کمال فن سمجھا تھا وہ تو اللہ کی کائنات میں اتنی بھی حیثیت نہیں رکھتا جتنی چڑیا سمندر سے اپنی چونچ میں پانی بھر لیتی ہے تب اس کا دل پکار اٹھے کہ اسے خالق اور مالک خدا اگر تیری کائنات اتنی وسعت والی ہے تو تو واقعی لا محدود ہے۔

ایک اور معاشرتی برائی جس کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ آج کل تو مہذب معاشرہ میں بیت الخلا کا نام لینا ہی معیوب سمجھا جاتا ہے۔ یورپ امریکہ میں تو بالعموم پڑھا لکھا طبقہ LAVATORY ‘ TOILETS کہنے سے بھی گریز کریگا اسے WASH ROOM ورنہ پھر صرف JHON کہنا پسند کرتا ہے اور عورتیں تو اسے POWDER ROOM کہہ کر اپنی نفاست طبع کا اظہار کرتی ہیں اور کچھ نہیں تو ہمیں پاخانہ کا لفظ استعمال کرنے کی بجائے کم از کم غسل خانہ کا لفظ ہی استعمال کر لینا چاہیے کیونکہ پاخانہ کا لفظ کوئی مہذب آدمی گفتگو میں کبھی استعمال نہیں کریگا۔ اسی طرح کھانے کے موقعہ پر انسانی حوائج کا ذکر کرنا تو بہت ہی معیوب اور گھن آنے والی حرکت ہے۔ میں نے تو اچھے اچھے معقول گھرانوں میں بڑی بے تکلفی سے ایسے الفاظ کھانے یا عام گفتگو میں استعمال ہوتے سنے ہیں۔ میں لکھنوی انداز میں گفتگو کی بھی ترجمانی نہیں کرتا مگر یہ بھی تو کوئی مردانگی کی علامت نہیں ہے عورتوں میں مردوں کے مقابلہ پر زیادہ نفاست کی توقع رکھی جاتی ہے انہیں تو اس قسم کی حرکات سے کلیتاً" اجتناب کرنا چاہیئے جس سے دوسروں کو گھن آتی ہو۔ مجلس میں انگلیوں سے چاٹ کر کھانا وغیرہ۔ اسی طرح ایک دوسرے کا گلاس استعمال کرنے سے بھی بچنا چاہئے یہ اخوت کا ہرگز ثبوت نہیں۔ یہ تو گند ہے اور حفظان صحت کے اصولوں کے خلاف۔ اس سے بہت سی بیماریاں پھیلتی ہیں خاص طور پر جب کہ اکثر لوگ دانت صاف کرنے کے لئے نہ برش استعمال کرتے ہیں نہ ہی مسواک۔ اگر آپ رسول ﷺ کے ارشادات میں سے باب الاخلاق اٹھا کر دیکھ لیں وہ ان امور سے بھرا پڑا ہے۔ افسوس کہ جنہوں نے مغرب کو یہ سبق پڑھائے وہی اب ان کے طعنوں کا نشانہ ہیں۔

حضرت میر محمد اسماعیل صاحب نے پارٹیشن سے کچھ عرصہ پہلے ایک کتاب جس کا نام "کر نہ کر" تھا چھپوائی تھی ان میں سے چند اقتباسات جو تہذیب اور تمدن کے باب میں سے ہیں احباب کی توجہ کے لئے پیش خدمت ہیں۔ ۱۔ تو کسی گرد آلود کپڑے کو جھاڑنے لگے تو لوگوں سے دور لے جا کر جھاڑ۔ ۲۔ تو اپنے کپڑے سے نہیں رومال سے ناک صاف کیا کر۔ ۳۔ تو سالن بھرے ہاتھ اپنے کپڑے یا داڑھی سے نہ پونچھ۔ ۴۔ تو دوسروں کے سامنے ناک میں انگلی نہ دے۔ ۵۔ مجلس میں بیٹھ کر خلال مت کر۔ ۶۔ جب جمائی آئے تو منہ کے سامنے ہاتھ رکھ لیا کر۔ ۷۔ سڑک پر ایک طرف ہو کر چل۔ ۸۔ (بیت الذکر) اور پبلک جلسوں اور بازار میں صاف ستھرے کپڑے پہن کر آیا کر۔ ۹۔ تو ردی اور کوڑا کرکٹ بازاروں گلیوں میں بکھیرنے کی بجائے ٹوکری یا بن میں ڈال۔ ۱۰۔ تو جب دعوت میں جائے تو اپنے سامنے سے اور ضرورت کے مطابق حصہ لے۔ ۱۱۔ دعوت اور اجتماع میں کوئی ایسی حرکت مت کر جو دوسروں کو بری لگے یا جس سے گھن آئے۔ ۱۲۔ دوسروں کے گھر بے وقت مت جا۔ ۱۳۔ تو ادھڑے یا پھٹے ہوئے کپڑے پہن کر باہر نہ نکل۔ ۱۴۔ ہر جگہ تھوکنے کی عادت نہ ڈال۔ ۱۵۔ جب تو دعوت میں بلایا جائے تو بن بلائے بچوں کو ساتھ مت لیکر جا۔

نظام جماعت دراصل اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کی نمائندگی کرتا ہے۔

(حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نذیر احمد ڈار-لندن

سمبامٹو SIMBA MTU توہمات-شرک

یہ نومبر ۱۹۵۵ء کی بات ہے میں حسب معمول صبح ساڑھے سات بجے اپنے دفتر پہنچا ان دنوں میری تعیناتی ٹانگانیکا (جواب تنزانیا کہلاتا ہے) اور وہ برطانوی نو آبادی کا حصہ تھا کے سنٹرل پراونس میں بحیثیت پراونشل۔ سی۔ آئی۔ ڈی آفیسر ہوئی تھی۔ اس صوبہ کا ہیڈکوارٹر ڈوڈومہ ہے۔ صبح ۸ بجے کے قریب میرے دفتر کے ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ دوسری طرف سے ملکی سی۔ آئی۔ ڈی کے اسٹنٹ کمشنر کی آواز آئی وہ کہنے لگے مسٹر ڈار میرا خیال ہے کہ اس سمبامٹو کیس کی تفتیش آپ خود کریں۔ اس کا براہ راست آپ خود ذمہ لیں۔ کیونکہ یہ ایک بڑا مشکل قسم کا کیس ہے دوسرے اگر یہ کیس حل نہ ہوا تو ایک نہ ختم ہونے والا قتلوں کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ دوسرے اس صوبہ میں افریقن عوام میں سخت خوف و ہراس پھیل جائے گا۔ اور مختلف قبائل میں ایک نہ ختم ہونے والا جھگڑا شروع ہو جائے گا۔ فوراً دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ کیا بیٹھے بٹھائے ایک مصیبت پڑ گئی ہے۔ مگر میرے پاس ایک بہت بڑا سرمایہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خاکسار کو قادیان تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ اور کئی سال حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی اور پرانے رفقاء کا درس سننے کا موقع ملا تھا۔ نیز میرے اساتذہ میں سے زیادہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے پرانے رفقاء تھے۔ جن کا تفصیلی ذکر اللہ نے چاہا تو بعد میں آئے گا۔ نیز ان دنوں یعنی ۱۹۲۹ء میں قادیان میں تا حال بہت رفقاء موجود تھے جو بازاروں میں چلتے چلتے ہم نوجوان طلباء کی احسن طریق سے تربیت کرتے رہتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے شرک اور توہمات سے نفرت ہماری رگ رگ میں بھری ہوئی تھی۔ نیز اس سے قبل میں نے جادو ٹونے سے متعلقہ قتل کے مقدمات کی تفتیش کی ہوئی تھی۔ مگر یہ کیس اپنی قسم کا پہلا کیس تھا۔ مجھے ہیڈکوارٹر نیز مقامی آبادی نے جس میں اس مقدمہ کی وجہ سے کافی خوف و ہراس پھیل چکا تھا بتایا کہ اس قسم کے قتل آج سے پندرہ بیس سال پہلے ہوئے تھے اور چند لوگوں کو سزا ملنے کے بعد بند ہو گئے تھے۔

یہ قتل ضلع سنگیڈا (Singida District) میں ہوا تھا جس کا صدر مقام سنگیڈا ہے جو میرے ہیڈکوارٹر سے ۱۵۰ میل کے فاصلہ پر تھا۔ اور جہاں قتل ہوا تھا وہ جگہ وہاں سے ۳۰ میل آگے تھی۔ مگر بارشوں کی وجہ سے وہاں عام رستے سے جانا ناممکن تھا۔ اس لئے تین اور اضلاع سے گذر کر اور تقریباً ایک سو میل زائد کا سفر کر کے وہاں پہنچا جا سکتا تھا۔ اس سلسلہ میں سی۔ آئی۔ ڈی ہیڈکوارٹر نے مجھے چند پرانی فائلیں مطالعہ کے لئے بھجوائیں۔ ایک افسر کی رپورٹ میں اس بات کا ذکر بھی تھا کہ "شیر گر" چھوٹے بچے چوری کر لیتے ہیں اور ان کو تہہ خانوں میں رکھ کر جانوروں کی طرح دوڑنا سکھا دیتے ہیں۔ جب وہ خوب مہارت حاصل کر لیتے ہیں تو انہیں شیر کی کھال پہنا کر جرم کراتے ہیں۔ اس اثناء میں میرے سٹاف کے افریقن افسر نے جو مقامی حالات سے واقفیت رکھتا تھا بتایا کہ Singida کے قریب ایک مقام پر ایسی خاتون تا حال موجود ہے جو کسی زمانہ میں "شیر بنانے" کا کام کرتی تھی اور شیر کرائے پر دیتی تھی میں نے سوچا کہ آخر اس سے ملنے میں کیا حرج ہے۔ وہ میرے ہیڈکوارٹر سے ۱۸۰ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں میں رہتی تھی۔ میں اس خاتون کو مقامی عدالت (افریقن لوکل کورٹ) میں ملا۔ اس کے نقش۔ رنگ وغیرہ سے ظاہر تھا کہ وہ اصل میں Bantu قوم سے تعلق رکھتی تھی اور وہ بھی Mnyaturu قبیلہ یعنی "شیر گر" قبیلہ سے تھی۔ اس کا رنگ عام افریقیوں سے زیادہ گورا تھا۔ اور کپڑے بھی صاف ستھرے تھے۔ اس کا مذہب اسلام تھا۔ میری اس سے کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ اچھی سمجھدار عورت معلوم ہوتی تھی۔ مگر میں نے تاثر لیا کہ وہ میری صحیح راہنمائی کرنے سے گریز کر رہی تھی۔ اسے غالباً یہ گمان ہوا کہ مجھے موجودہ کیس میں اس پر شبہ ہے۔ اس نے اس قسم کا اشارہ ضرور کیا کہ (شیر گر) چھوٹے بچوں کو جانوروں کی طرح دوڑنے کی مشق کراتے ہیں وغیرہ اور وہ شیر کی کھال پہن کر جرم کرتے ہیں۔

جیسے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے اس سے قبل ۱۹۲۰ء اور ۱۹۴۷ء میں اسی علاقہ میں ایسے قتل ہو چکے ہیں جن کی اندازاً تعداد ۲۰۰ سے لے کر ۴۰۰ تک بتائی جاتی ہے ان قتلوں میں ۱۰ "سمبامٹو" ملوث تھے یہی وجہ تھی کہ حکومت کو سخت فکر تھی اگر اس مقدمہ میں ملزمان گرفتار نہ ہوئے اور انہیں قانون کے مطابق سزا نہ ملی تو ایک دفعہ پھر اس ملک کے اس حصہ میں قتلوں کا سلسلہ شروع ہو جائے گا اور سخت خوف و ہراس پھیل جائے گا۔ ان ملزمان سے چار پہلے ایسے ہی مقدمات میں ملوث تھے مگر ثبوت کی کمی کی وجہ سے وہ بری ہو گئے تھے۔ گرفتاری کے بعد ان ملزمان نے کئی دفعہ بیان دئے۔ مثلاً پہلے مقامی طور پر اپنے ہیڈ مین کو اس کے بعد اس جادوگر کی نشان دہی کے بعد دیگر افراد کو اس کے بعد پولیس کو جہاں وہ زیر حراست تھے۔ اس ملک میں پولیس یا ایسے افراد جن کا درجہ پولیس کا ہو مثلاً ہیڈ مین ان کے سامنے اقبال جرم عدالت میں قابل قبول نہیں۔ مگر اقبال جرم کے علاوہ جو بیان ہو وہ گواہی میں قابل قبول ہوتا ہے۔ یہ مقدمہ قتل تھا جس کی صرف ایک سزا ہے یعنی سزائے موت اس کے لئے یہ اور بھی ضروری تھا کہ میں اس بات کا خیال رکھوں کہ کس طرح ملزمان سے بے انصافی نہ ہو جائے۔ مثلاً دوران تفتیش کسی جونیئر افسر نے ان کے ساتھ زیادتی نہ کی ہو۔ اس وقت یہ ملزمان میرے ہیڈکوارٹر سے ۱۰۰ میل دور ایک جگہ جس کا ضلعی ہیڈکوارٹر Kondoa ہے وہاں جیل میں ریمانڈ پر تھے۔ چنانچہ میں اپنے عملہ کے ساتھ وہاں پہنچا۔ اس ملک میں ہم عموماً ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر میں گیسٹ ہاؤس میں رہا کرتے تھے مگر وہاں میڈیکل افسر میرا دوست تھا سو میں نے اس کے پاس قیام کیا۔ میں نے تمام ملزمان کے بیانوں کا مطالعہ کیا۔ جہاں تک "شیر گر" کا تعلق تھا اس نے شروع سے ہر بات کا انکار کیا ہوا تھا۔ میں نے ان سب کے مزید بیان لئے۔ اب صرف "شیر گر" ایسا ملزم تھا جس کے متعلق عدالت میں پیش کرنے والا ثبوت تا حال مکمل طور پر موجود نہیں تھا۔ مگر ہم احمدیوں کی یہ تعلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی ناامید نہ ہو اس لئے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے مزید تفتیش جاری رکھی۔

مناسب ہو گا کہ پہلے قارئین کو اس مقدمہ کے پس منظر سے آگاہ کر دیا جائے۔ یہ قتل ایک پرانی عداوت کے نتیجہ میں تھا۔ ان دو ملزمان عورتوں میں ایک پہلے شادی شدہ تھی اور اس کے دو بچے تھے۔ جب وہ بہت چھوٹے تھے تو ان کے والد کی وفات ہو گئی تھی۔ کچھ وقفہ کے بعد قبائلی رسوم کے مطابق ایک شخص جو اپنے آپ کو مرنے والے کا چھوٹا بھائی ظاہر کرتا تھا مگر درحقیقت وہ اس کا بھائی نہیں تھا بلکہ ان کی والدہ سے اس کے تعلقات تھے۔ اس نے یہ دعوی کر کے وہ مرنے والے کا بھائی ہے اس کی بیوی یعنی بچوں کی والدہ اور مرنے والے کی ساری جائیداد یعنی مکان اور کھیت پر قبضہ کر لیا۔ اور چند ماہ بعد اپنی بہن کو بھی اپنے پاس لے آیا۔

جب یہ بچے بالغ ہو گئے تو انہوں نے اس ساری کارروائی کی مخالفت شروع کر دی اور یہ بھی خیال کر لیا کہ ان لوگوں نے ان کے والد کو جادو ٹونے سے قتل کیا تھا۔ اور یہ عداوت بڑھتی گئی اور عموماً گھر میں ان کا جھگڑا رہتا تھا۔ ایک دن ان لڑکوں میں اس لڑکے نے کھیت سے شکر قندی کی قسم کی چیز جسے مقامی زبان میں MOHOGO کہتے ہیں اکھاڑ لی جس پر ان کے سوتیلے والد باپ نے سخت جھگڑا کیا۔ اس پر دونوں لڑکوں نے سوتیلے باپ کی تیر اور کمان گھر سے نکال کر باہر پھینک دی اور اس کو اور دونوں عورتوں کو وہاں سے نکل جانے کو کہا۔ اس قبیلہ کے اعتقاد کے مطابق یہ ناقابل برداشت ہتک تھی۔ کیونکہ ان کے عقیدہ کے مطابق جب کوئی شخص مرجائے تو مقامی چیف اس کے تیر کمان کو سامنے رکھ کر یہ اعلان کرتا ہے کہ اس کا وارث کون ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو مرنے والے کی روح کو چین نہیں آتا۔ چنانچہ ان کے سوتیلے باپ ان کی ماں اور سوتیلے باپ کی بہن نے وہاں سے تھوڑی دور جا کر رہائش اختیار کر لی۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد اس سوتیلے باپ کی وفات ہو گئی۔ گویہ لڑکے اس کے جنازہ میں تو شامل ہوئے مگر بعد کی قبائلی رسومات میں شمولیت نہیں کی جس کی وجہ سے ان عورتوں نے فیصلہ کیا کہ اب دو دفعہ ہتک ہو چکی ہے اس لئے ان میں سے ایک کو قتل کیا جائے۔ مگر ان لڑکوں کی اصل والدہ نے کہا کہ ان کے کسی بیٹے کو نہ مارا جائے ورنہ اس کا کوئی سہارا نہیں رہے گا اس لئے ان میں سے ایک کی بیٹی جس کی عمر تقریباً چھ سال ہے اسے مار دیا جائے اور اس مقصد کے لئے اس قبیلہ کی روایات کے مطابق "شیر" کرایہ پر لیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے دو دوسرے ملزمان کی خدمات حاصل کیں ان میں ایک ملزم "شیر گر" جو وہاں سے کوئی سو میل کے فاصلہ پر رہتا تھا اس کے پاس گیا۔ یہ فاصلہ اس نے چند دن پیدل چل کر طے کیا۔ "شیر گر" نے شیر کرایہ پر دینے کی فیس پانچ شلنگ طلب کی ان دنوں پونڈ کی قیمت بیس شلنگ ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ یہ قاصد واپس آیا اور صلاح مشورہ کے بعد پانچ شلنگ لے کر "شیر گر" کے گھر شام کے وقت پہنچا۔ "شیر گر" کا گھر بالکل جنگل میں تھا۔ اس کے سب سے قریب گھر کوئی بیس میل کے فاصلہ پر تھا۔ تھوڑی دیر بعد "شیر گر" کی بیوی نے کھانا تیار کیا۔ "شیر گر" وہاں سے اٹھ کر چلا گیا اور چند منٹ بعد جنگل سے ایک "شیر" کو ساتھ لے آیا۔ اور سب نے مل کر کھانا کھایا۔ کھانے کھاتے وقت شیر نے اپنا سر اور ہاتھ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ننگے کر لئے جو انسانی اعضاء تھے جب سونے کا وقت آیا تو شیر نے اپنی کھال اتار کر ایک کونہ میں رکھ دی۔ یہ شخص جو شیر کرایہ پر لینے گیا تھا اس نے بعد میں سرکار کی طرف سے گواہی بھی دی تھی۔ اس نے بتایا کہ اس نے شیر کے گلے میں رسی ڈال کر اور رسی کو پکڑ کر وہ شیر کو اپنے گاؤں لایا تھا۔ اور کہ یہ "ٹھنڈا شیر" تھا یعنی رستہ میں اس نے کسی پر حملہ نہیں کیا۔ گاؤں پہنچ کر اس نے شیر کو دوسرے ملزمان کے حوالہ کر دیا۔ یہ نوجوان شیر اپنا کام سر انجام دینے سے پہلے کوئی ٦ ماہ اس گاؤں میں مقیم رہا۔ اس عرصہ میں کوئی ١٥۔ ٢٠ بکریاں غائب ہو گئیں۔ در حقیقت یہ بکریاں اس "شیر" نے چرا کر ذبح کر لی تھیں۔ اس دوران ایک رات ایک شخص نے باہر کسی جانور کو چلتے دیکھا جب وہ مشعل لے کر باہر نکلا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ مگر صبح باہر شیر کے پاؤں کے نشان ملے۔ اس کی رپورٹ ہیڈ مین کو دی گئی اس نے دیکھا کہ یہ نشانات ان دو عورتوں کے گھر کے قریب جا کر غائب ہو گئے۔ اس طرح ایک رات ایک آدمی کا کتا غائب ہو گیا اور عام لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اس کتے کو اسی شیر نے مارا ہے۔

یہ سارا عرصہ وہ شیر ان عورتوں کے پاس رہا۔ مگر اس کی اس علاقہ میں موجودگی کا علم۔ ان دو عورتوں اور دو مردوں جنہوں نے یہ شیر کرایہ پر لینے کا انتظام کیا تھا اور کسی کو نہیں تھا۔ مگر سارے علاقہ میں اس بارے میں چہ مگوئیاں ہونی شروع ہو گئی تھیں۔ اب سب سے ضروری امر یہ تھا کہ میں وقوعہ کا معائنہ کروں۔ نیز لاش یا لاش کے کسی حصہ کی تلاش کروں۔ نیز لاش کی شناخت اور تفتیش کروا کے ثبوت کا یہ حصہ مکمل کروں چنانچہ میں پولیس پارٹی کو ساتھ لے کر جائے قتل پر پہنچا اور ضروری کاغذی کارروائی مکمل کی اور وہاں سے مرنے والی لڑکی کی قبر کھود کر اس کی ہڈیاں بال وغیرہ حاصل کئے۔ دوسرے دن میں واپس اپنے ہیڈ کوارٹر آ گیا۔ ایک دن بعد ان ہڈیوں کا پوسٹ مارٹم ہوا اور ڈاکٹر نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ یہ انسانی ہڈیاں ہیں۔ نیز اس لڑکی کی عمر کا تعین بھی کر دیا۔ موتیوں کے ہار سے لڑکی کے والد نے شناخت کر دی اور یہ مرحلہ طے ہو گیا اس کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ "شیر گر" کے گھر کا معائنہ کیا جائے۔ چنانچہ چند دن بعد اسی پولیس پارٹی کو لے کر میں اس کے گھر گیا۔ میں اپنے ساتھ "شیر گر" کی بیوی کو بھی لے گیا۔ کیونکہ اس عورت کی ہر چیز کا بخوبی علم تھا مگر اس کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو چکی تھی کہ اگر اس نے اپنے خاوند کا کوئی راز فاش کیا تو وہ اس کے جادو کے اثر سے فوراً مر جاویگی۔ میں اور میرا سٹاف اسے برابر سمجھاتے رہے کہ دنیا میں کوئی ایسا جادو نہیں۔ گو میرا اسٹاف مجھ سے کلی متفق نہیں تھا خیر بڑی مشکل سے اس نے آہستہ آہستہ مجھے تمام حالات سے آگاہ کر دیا۔ "شیر گر" کا گھر میرے ہیڈ کوارٹر سے کوئی ٨٠ میل دور دوسری طرف تھا۔ اور جنگل میں خود ساختہ سڑک سے کوئی دو میل کے فاصلہ پر تھا جہاں پیدل جانا پڑتا تھا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو اس عورت نے مجھے اپنا گھر دکھایا یہ گھر بالکل علیحدہ جنگل میں تھا۔ اس نے مجھے وہ جگہ بھی دکھائی جہاں پر "انسانی شیر" اپنی کھال رکھا کرتا تھا۔ میں وہاں سے تمام مٹی کھود کر اپنے ساتھ واپس لے آیا۔ واپس آکر اسے اسی طرح دھویا جیسے سونا نکالنے والے مٹی دھوتے ہیں۔ اس سے جو گھاس پھوس۔ دھاگے۔ بال وغیرہ نکلے وہ میں نے پولیس کی لیبارٹری دار السلام بھجوا دئے۔ چند دن بعد مجھے لیبارٹری کے ایس۔ پی نے فون کیا اور کہا مسٹر ڈار آپ تو کہتے ہیں کہ اس میں شیر کے بال ہونے چاہئیں مگر اس میں سے شیر۔ چیتے اور بندر کے بال نکلے ہیں یہ کیا ماجرا ہے۔ میں نے انہیں بعد میں فون کرنے کا وعدہ کیا۔ اب یہ ایک نئی مشکل پیدا ہو گئی۔ چنانچہ میں پھر ١٥٠ میل دور Singida روانہ ہو گیا میرا سارجنٹ میجر میرے ساتھ تھا اس کا نام سلیمان تھا۔ میں وہاں کے علاقہ کے چیف سے جو مسلمان تھا ملا۔ میں نے کہا چیف دیکھو تم مسلمان ہو۔ مجھے صاف صاف بتاؤ کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ اس میں سے تین جانوروں کے بال نکلے ہیں۔ تھوڑی دیر دوستانہ گفتگو کے بعد کہنے لگا آپ فکر نہ کریں۔ یہ جو تین جانوروں کے بال نکلے ہیں یہ بالکل ٹھیک نکلے ہیں۔ ہم جب اس مقصد کے لئے کھال تیار کرتے ہیں تو مختلف جانوروں کی کھالوں کو ایک ساتھ سی کر سر شیر کا لگا دیتے ہیں تا اگر معاملہ کورٹ میں جائے تو گواہوں کے بیانوں میں تضاد ہو۔ کوئی کہے گا میں نے شیر دیکھا ہے کوئی چیتا اور کوئی گواہ کہے گا میں نے بندر دیکھا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ مشکل بھی حل ہو گئی میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور دوسرے دن ١٥٠ میل سفر کر کے واپس اپنے ہیڈ کوارٹر آکر لیبارٹری کو فون پر حقیقت سے آگاہ کر دیا۔

کیونکہ یہ قتل کا مقدمہ تھا اس لئے اس کی سماعت صرف ہائی کورٹ کر سکتی تھی۔ چنانچہ پہلی منزل طے کرنے کے بعد اس کی آخری سماعت ہائی کورٹ میں ہوئی۔ اس وقت ان ممالک میں یہ قاعدہ تھا کہ جج اور اس کا سٹاف ہر صوبہ کے ہیڈ کوارٹر جا کر وہاں کے مقدمات وہیں سنتا تھا تا گواہوں وغیرہ کو سفر کی تکلیف نہ ہو۔ چنانچہ اس مقدمہ میں جج متعلقہ ڈوڈومہ تشریف لائے۔ اور مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ حکومت نے مقدمہ کی نوعیت کے پیش نظر اپنے خرچ پر تمام ملزمان کو وکیل مہیا کئے تا ان کی صحیح ترجمانی ہو سکے اور وہ قانونی دلائل پیش کر سکیں۔ تین قبیلوں سے Assessors چنے گئے اور تین زبانوں کے مترجم بھی مہیا کئے گئے۔ اس مقدمہ کا کافی چرچا تھا اس لئے کافی لوگ جن میں زیادہ تر افریقن تھے یہ مقدمہ سننے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ پریس کا مقامی نمائندہ بھی موجود تھا۔ مرنے والی لڑکی کی والدہ نے رو کر گواہی دیتے ہوئے کہا کہ اس کے دو بچے تھے ایک پہلے بیماری کی وجہ سے مر گیا تھا۔ اب "شیر" نے میری بیٹی کو بھی مار دیا ہے۔ میں اور میری بیٹی دن کے وقت اپنے کھیت میں معمول کے مطابق گئے۔ جب ہم کھیت کے بالکل قریب پہنچے تو پیچھے سے شیر نے حملہ کر دیا۔ شیر نے میری بچی کو اٹھایا اور کھیت کے باہر ایک طرف لے گیا۔ میں نے شیر کو مخاطب کر کے کہا کہ "او شیر میری بچی کو چھوڑ دو اور مجھے اٹھا لو۔ مگر شیر نے میری کوئی بات نہ سنی" میں بہت خوفزدہ تھی۔ میں نے واپس جا کر اپنے خاوند اور رشتہ داروں کو بلایا۔ زمین پر نشان تو تھے مگر عام شیر کے پاؤں کے نشان نہیں تھے۔ یہ عام شیر نہیں بلکہ "آدم شیر" تھا۔ کیونکہ اس نے بکریوں پر حملہ نہیں کیا۔

کچھ دیر تلاش کے بعد کھیت سے کچھ فاصلہ پر بچی کے کپڑے ہار۔ اور نعش کا کچھ حصہ ملا جو ان لوگوں نے بعد میں دفن کر دیا۔

اس کے بعد یہ معاملہ مقامی ہیڈ مین کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے مقامی قبائل کے دستور کے مطابق ایک جانور کے سینگ سے بنایا ہوا بگل بجا کر اس علاقہ کے تمام لوگوں کو جمع کیا اور تفتیش شروع کر دی۔ فیصلہ ہوا کہ ایک اور جادوگر (WitchDoctor) جسے ایسے شیروں کا علم ہے اسے بلایا جائے۔ ایک وفد کی تشکیل دی گئی جس نے دو دن کی مسافت کے بعد ٥ شلنگ کی فیس ادا کر کے اس جادوگر (WitchDoctor) سے مشورہ کیا۔

اس نے "اپنے عمل" سے بتایا کہ اس علاقہ میں وہ عورتیں جن کے خاوند مر چکے ہیں دو اور آدمیوں کی مدد سے جو یہاں سے کچھ فاصلہ پر رہتے ہیں "شیر" بلایا تھا جس نے یہ کام کیا ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ جب مقامی ہیڈ مین تفتیش کر رہا تھا تو یہ "شیر" وہیں مقیم تھا اور کسی کو جرأت نہیں تھی کہ اس کو گرفتار کرے یا اس کی اطلاع حکومت کو دے۔ اس قبیلہ کا یہ اعتقاد ہے کہ جو آدمی ایسا کریگا وہ اس کے جادو سے خود بخود مر جائے گا۔ چنانچہ جرگہ نے مطالبہ کیا کہ وہ عورتیں اس شیر کو گاؤں سے نکال دیں۔ جس کے لئے انہیں رہا کرنا ضروری تھا۔ ہیڈ مین نے انہیں عارضی طور پر رہا کر دیا۔ اس پر انہوں نے (شیر" کو گاؤں سے باہر لے جا کر کہا "اے شیر یہاں سے چلے جاؤ" اور وہ چلا گیا۔ ان عورتوں کو پھر گرفتار کر لیا گیا اور ان سب کو حکومت کے حوالہ کر دیا گیا۔

یہ مقدمہ کوئی ایک ہفتہ چلتا رہا۔ ان میں سے تین ملزموں کو قتل کے الزام میں سزا ہوئی ایک جو شیر لینے گیا تھا اسے اس جرم میں مدد کرنے کے الزام میں ڈیڑھ سال قید کی سزا ہوئی قتل کے ملزمان کو موت کی سزا ہوئی۔ بعد میں ملزمان نے کورٹ آف اپیل آف ایسٹ افریقہ میں اپیل کی مگر انہیں ناکامی ہوئی۔

اس مقدمہ میں کامیابی پر ایک طرف تو حکومت کو تسلی ہو گئی اور اٹارنی جنرل پراونشل کمشنر اور کمشنر پولیس نے مجھے مبارکبادی کے خطوط بھیجے دوسری طرف مقامی آبادی کو ایک گونا تسلی ہوئی۔ اگر خدانخواستہ اس میں کامیابی نہ ہوتی تو ایسے قتلوں کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہو جاتا اور حکومت کو بھی ایک سخت مشکل کا سامنا کرنا پڑتا اور پبلک بھی ہمیشہ خوف سے سہمی رہتی اس مقدمہ کے ختم ہو جانے کے بعد مجھے کئی دفعہ اطلاع ملی کہ وہ "شیر" تاحال اسی علاقہ میں دندناتا پھرتا ہے۔ گو اس کے بعد اس نے کوئی قتل نہیں کیا میں نے کافی کوشش کی کہ وہ پکڑا جائے تا اول لوگوں کو علم ہو جائے یہ سب فراڈ ہے دوسرے میں اس کے ساتھ فوٹو بناؤں مگر مقامی لوگ ڈرتے تھے کہ اگر انہوں نے شیر کے متعلق اطلاع دی تو وہ سب اور ان کا کنبہ "شیر" کے جادو کے اثر سے خود بخود مر جائے گا۔

میرے دل میں کئی دفعہ خیال پیدا ہوا ہے کہ کیا ہم احمدی جو مشرقی افریقہ میں جا کر بس گئے کیا وہ کسی حد تک ان معاملات میں قابل الزام نہیں۔ اگر ہم دعوت الی اللہ کے میدان میں اپنی ذمہ داری کو کما حقہ ادا کرتے تو عین ممکن تھا کہ اس قوم کا ایک بڑا حصہ شرک سے بچ جاتا۔ اس سوال کا جواب ہر وہ شخص جو اس ملک میں رہ چکا ہے اپنے نفس سے پوچھے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عینکاف (عبدالکریم خالد)

بشکریہ روزنامہ ہاٹ لائن-لاہور

ڈاکٹر عبدالسلام کالج

جھنگ سے "ہاٹ لائن" کے نمائندے نے عوام محاسبہ کمیٹی کے چیئرمین الحاج نثار احمد اور صدر خورشید اختر کا ایک مشترکہ بیان رپورٹ کیا ہے، جس میں انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان کے عظیم سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام، جن کا تعلق جھنگ سے ہے، انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے گورنمنٹ کالج جھنگ کا نام تبدیل کرکے ڈاکٹر عبدالسلام کالج رکھا جائے۔ انہوں نے اپنے بیان میں مزید کہا کہ زندہ قومیں اپنے محسنوں کو یاد رکھتی ہیں۔ ہم بھی زندہ قوم ہیں اور ہمیں بھی اپنے محسن یاد ہیں۔

قارئین کرام! ہمیں علم نہیں کہ جھنگ کی عوام محاسبہ کمیٹی کے چیئرمین اور صدر کے اس مطالبے کو کس حد تک جھنگ کے عوام کی پذیرائی حاصل ہے، لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ پاکستان کے نامور سپوت ڈاکٹر عبدالسلام نے سائنس کے میدان میں جو عظیم الشان خدمات سرانجام دی ہیں، ان کے اعتراف میں اس مطالبے کو ملک بھر کے اہل دانش و بینش کی حمایت حاصل ہونی چاہئے۔ ڈاکٹر عبدالسلام پاکستان کے واحد سائنس دان ہیں جنہیں دنیائے سائنس کے اعلیٰ ترین اعزاز "نوبل انعام" سے نوازا گیا۔ ڈاکٹر صاحب کا امتیاز یہ ہے کہ ان کی تحقیق و جستجو کا دائرہ محض طبیعات ہی تک محدود نہیں بلکہ انہوں نے خود کو عالم انسانی کی فلاح بہبود کے لئے بھی وقف کر رکھا ہے۔ انہوں نے تیسری دنیا خصوصاً پاکستان کی عمومی پسماندگی کی وجوہات تلاش کرکے غربت وافلاس، جہالت، معاشی وثقافتی بدحالی سے نجات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ علم و سائنس کو قرار دیا۔ چنانچہ علم وسائنس کے فروغ کے لئے وہ گزشتہ چالیس برس سے انتھک محنت اور بے مثال جدوجہد کر رہے ہیں۔ جھنگ، بظاہر پاکستان کا ایک پسماندہ اور کم ترقی یافتہ شہر ہے، لیکن ڈاکٹر عبدالسلام کی نسبت سے اسے دنیا بھر میں شہرت حاصل ہو گئی ہے۔ یہ ڈاکٹر صاحب کا آبائی شہر ہے، جہاں انہوں نے اپنی عمر عزیز کا ابتدائی حصہ گزارا ہے۔ ۱۹۳۸ء میں بارہ برس کی عمر میں وہ جھنگ کالج میں داخل ہوئے اور یہاں سے انہوں نے میٹرک اور ایف۔ ایس سی کے امتحانات میں تاریخی کامیابی حاصل کی۔ میٹرک کے امتحان میں شاندار کامیابی کا ذکر ڈاکٹر صاحب کے اپنے الفاظ میں سنئے:

"اس زمانے میں میٹرک کا امتحان صوبہ پنجاب کے لئے ایک قسم کا اکھاڑہ ہوا کرتا تھا، جس میں مختلف سکولوں کے پہلوان دنگل کیا کرتے تھے۔ خاص طور پر سناتن دھرم اور آریہ سکولوں کے طلبہ اس دنگل کے نامی پہلوان تصور کیے جاتے تھے۔ مجھے یاد ہے جس دن میٹرک کا نتیجہ نکلا، میں مگھیانہ کچہری میں قبلہ والد صاحب کے دفتر میں بیٹھا تھا۔ رزلٹ کی کاپی دوپہر کے وقت لاہور سے مگھیانہ سٹیشن پہنچی۔ والد صاحب نے آدمی بٹھا رکھا تھا۔ کاپی ان کے دفتر میں لائی گئی۔ ساتھ ہی لاہور سے مبارک بادوں کے تار آنے لگ گئے۔۔۔۔ مجھے یاد ہے دو بجے دوپہر سائیکل پر سوار ہوکر میں مگھیانہ سے جھنگ شہر واپس لوٹا۔ رزلٹ کی خبر جھنگ شہر میں میرے آنے سے پہلے پہنچ چکی تھی۔ چوکی پولیس والے گیٹ سے مجھے بلند دروازہ کی طرف جانا تھا۔ مجھے اب تک یاد ہے، وہ ہندو دکاندار، جو عموماً مئی کی اس تیز گرم دوپہر کے وقت اپنے کھاٹوں پر دکانوں کے چھپروں کے سائے تلے سوئے ہوتے تھے، جس وقت میں سائیکل پر گزرا، اس روز وہ سب تعظیماً اپنی دکانوں میں میرے آنے کے انتظار میں قطاروں میں کھڑے تھے۔ ان کی اس علم نوازی کا نقشہ ہمیشہ میرے دل پر رہا ہے۔"

قارئین کرام! ان سطور سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جھنگ شہر کی علم نوازی اور علم دوستی نے ڈاکٹر عبدالسلام کے شاندار مستقبل کی بنیاد رکھ دی تھی۔ ڈاکٹر عبدالسلام کے نے اہل جھنگ کی اس پذیرائی کو اس حد تک یاد رکھا کہ بڑے بڑے انٹرنیشنل فورموں پر برملا اس کا تذکرہ کیا اور عالمی جرائد میں چھپنے والے مضامین میں ان بیش قیمت یادوں کو تحریر کیا۔

جھنگ کالج سے ڈاکٹر صاحب جذباتی وابستگی رکھتے ہیں، چنانچہ انہیں اپنے ان اساتذہ کے نام ابھی تک یاد ہیں، جن سے اس کالج میں انہوں نے تعلیم حاصل کی۔ وہ ان اساتذہ کی قابلیت اور شفقت کا ذکر کرتے ہوئے اسے اپنی خوش بختی تصور کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"میرے تعلیمی کیریئر کی بنیاد اسی کالج میں پڑی۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری بعد کی حقیر کامیابیاں اس کالج کی تعلیم اور میرے جھنگ کے استادوں کی شفقت کی مرہون منت ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ استاد کی شفقت اور توجہ کی نگاہ شاگرد کو آسمان تک پہنچا سکتی ہے۔"

ڈاکٹر صاحب نے ۱۹۷۹ء میں جب نوبل انعام حاصل کیا تو پاکستان سمیت تمام ترقی پذیر ممالک میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ چنانچہ ان ممالک نے سرکاری سطح پر ان کے اعزاز میں شاندار تقاریب کا اہتمام کیا۔ ایک ملک کی یونیورسٹی نے انہیں اپنے سالانہ کانووکیشن کے لئے مہمان خصوصی کے طور پر مدعو کیا تو ڈاکٹر صاحب نے اس تقریب میں شمولیت کے لئے جھنگ کالج کے اپنے ان دو اساتذہ کے نام بھی دعوت نامے جاری کرائے، جن سے وہ فزکس اور انگریزی کے مضامین پڑھتے رہے تھے اور جو اس وقت بقید حیات تھے اور بڑھاپے کی آخری منزل میں تھے۔

ڈاکٹر عبدالسلام نے پاکستان کے لئے جو کارنامہ سرانجام دیا اور جس پر انہیں نوبل انعام کا حقدار گردانا گیا، ایسا نہیں کہ محض سرسری طور پر اس کا ذکر کر دیا جائے۔ یہ پاکستان کی نصف صدی کی تاریخ کا ایک بڑا واقعہ ہے، لیکن پاکستان کی متعصبانہ سیاست کی کرامات دیکھئے کہ اس نامور شخصیت کے بارے میں ہمارا رویہ ہمیشہ غیر ہمدردانہ اور جاہلانہ سوچ کا مظہر رہا ہے۔ جھنگ کی عوام محاسبہ کمیٹی کے عہدیدار جب یہ کہتے ہیں کہ "ہم بھی زندہ قوم ہیں اور ہمیں بھی اپنے محسن یاد ہیں" تو بقول ہمارے ایک دوست کے، ہمارا "ہاسا" نکل جاتا ہے پاکستان کی سطح پر نہ سہی، جھنگ شہر ہی کی سطح پر اگر ڈاکٹر عبدالسلام کی خدمات کو یاد رکھنے والے اور انہیں اپنا محسن سمجھنے والے لوگ موجود ہیں، تب بھی یہ دل خوش کن اور باعث اطمینان بات ہے کہ ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں۔ گورنمنٹ کالج جھنگ کا نام تبدیل کرکے ڈاکٹر عبدالسلام کالج رکھنے کا یہ مطالبہ ایسا نہیں ہے کہ اسے پورا نہ کیا جا سکے۔ اگر لاہور کے ایک کالج کا نام نواز شریف کالج رکھا جا سکتا ہے، سڑکوں اور شہروں کے نام تبدیل کرکے انہیں دوسرے ناموں سے موسوم کیا جا سکتا ہے، تو جھنگ کے اس کالج کو ڈاکٹر عبدالسلام کالج کیوں نہیں قرار دیا جا سکتا، جس کی دیواروں پر ڈاکٹر صاحب کی شاندار تعلیمی معرکہ آرائیاں اور شاگرد اور استاد کے مثالی تعلق کے انمٹ نقوش ثبت ہیں۔

(روزنامہ ہاٹ لائن۔ ۲۲۔ ستمبر ۱۹۹۳ء)

شذرات

جنوبی افریقہ

جنوبی افریقہ کی افریقن نیشنل کانگریس کے صدر نیلسن منڈیلا نے جمعہ کے روز کہا کہ عالمی برادری کو چاہئے کہ جنوبی افریقہ پر لگائی گئی اقتصادی پابندیاں اٹھالے تاکہ ملک میں بدلتے ہوئے حالات یعنی جمہوریت کی طرف بڑھتے ہوئے قدم زیادہ تیزی کے ساتھ اٹھ سکیں اور جمہوریت کے اجراء کے بعد اسے استحکام بھی حاصل ہو سکے۔ البتہ نیلسن منڈیلا نے تیل کے متعلق پابندی کے سلسلے میں کچھ کہنے سے گریز کیا۔ جب ایک پریس کانفرنس کے موقعہ پر ان سے تیل پر پابندی کے سلسلے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ بعض باتیں حساس ہوتی ہیں۔ ذرائع ابلاغ میں ان کا ذکر کرنا مناسب نہیں ہے۔

مسٹر منڈیلا نے عالمی برادری سے یہ بھی اپیل کی کہ وہ جنوبی افریقہ کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کریں تاکہ وہاں کے لوگوں کے اغراض و مقاصد کے حصول میں بھرپور مدد دے سکیں۔

اقوام متحدہ سے انہوں نے کہا کہ اسلحہ پر پابندی جاری رکھنی چاہئے۔ مسٹر منڈیلا کے بیان کے بعد امریکہ کی مختلف حکومتوں اور مختلف شہروں جن میں نیویارک بھی شامل ہے نے ایسے اقدام شروع کر دیئے ہیں جن سے کئی سال پہلے لگائی گئی پابندیاں اٹھائی جا سکیں گی۔

اسی سلسلے میں جنوبی افریقہ کے صدر نے کہا کہ انہوں نے پہلے ہی کہا ہے کہ افریقن نیشنل کانگریس کو یہ فیصلہ جلد از جلد کر لینا چاہئے تھا۔ اگرچہ بہت سی پابندیاں جو امریکہ کی وفاقی حکومت نے لگائی ہوئی تھیں ۱۹۹۱ء میں بش ہی نے اٹھا لی تھیں لیکن اس کے باوجود بعض پابندیاں موجود تھیں۔ گزشتہ ایکسپورٹ امپورٹ کے مسئلے بھی شامل تھے۔

اس بات کا ذکر کرتے ہوئے کہ جنوبی افریقہ میں لاکھوں لوگوں کے پاس نہ خوراک ہے نہ نوکری اور نہ رہائش کے لئے کوئی جگہ مسٹر منڈیلا نے کہا کہ جنوبی افریقہ کے لئے خاصی زیادہ مقدار میں فنڈ درکار ہوں گے۔ تاکہ وہاں کی اقتصادی ناگفتہ بہ حالت مزید خراب نہ ہو جائے۔

یہ بات اللہ تعالیٰ کے عجائبات میں سے ہے کہ جس کو وہ عزت دینا چاہے وہ معزز ومکرم ہو جاتا ہے اور جس کو ذلیل کرنا چاہے وہ ذلیل ہو جاتا ہے انسانی کوشش اور سعی پر اس کا انحصار اور مدار نہیں۔ (حضرت امام جماعت احمدیہ الاول)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اطلاعات و اعلانات

اعلان نکاح

○ مکرم سید محمود احمد صاحب ابن مکرم سید بشیر احمد صاحب کا نکاح بہمراہ سعدیہ انور صاحبہ بنت مکرم محمد انور بٹ صاحب پی او ایف ہوٹل واہ کینٹ میں مکرم ظہور احمد صاحب مربی سلسلہ عالیہ نے بعوض پچاس ہزار روپے حق مہر یکم اکتوبر ۹۳ء کو پڑھا۔ سید محمود احمد صاحب مکرم سید زمان شاہ صاحب کے پوتے اور مکرم ڈاکٹر سید ظہور احمد شاہ صاحب کے نواسے ہیں۔

رشتہ کے ہر لحاظ سے بابرکت ہونے کے لئے احباب جماعت سے درخواست دعا ہے۔

درخواست دعا

○ مکرم محمد احمد اعوان صاحب ناصر آباد ربوہ کی طبیعت ایکسیڈنٹ کی وجہ سے بہت خراب رہی ہے اب پہلے سے قدرے آرام ہے۔

○ محترمہ بیگم ممتاز فقر اللہ صاحبہ قریباً ایک ماہ سے سخت بیمار ہیں اور ہسپتال میں کئی روز خطرناک حالت میں رہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو شفاء کاملہ عطا فرمائے۔

ضرورت ہے

○ نصرت جہاں اکیڈمی ربوہ میں لیبارٹری اسسٹنٹ کی ضرورت ہے۔ تعلیمی قابلیت کم از کم F.Sc. ہے۔ بی۔ ایس۔ سی (بیالوجی+کیمسٹری) بھی درخواست دے سکتے ہیں۔ خواہش مند حضرات فوری طور پر دفتر نصرت جہاں اکیڈمی سے رابطہ کریں۔

پرنسپل

ضروری اعلان برائے لجنات

○ امتحان وظائف نصرت جہاں و نواب مبارکہ بیگم ۲۹۔ اکتوبر ۱۹۹۳ء صبح ساڑھے آٹھ تا ساڑھے گیارہ بجے بروز جمعہ دفتر لجنہ اماء اللہ پاکستان میں ہو گا تمام طالبات نصف گھنٹہ پہلے پہنچ جائیں۔

(سیکرٹری تعلیم لجنہ پاکستان)

امتحانی تاریخ میں توسیع

○ مجلس انصار اللہ پاکستان کے مرکزی امتحان سہ ماہی سوم ۱۹۹۳ء کے حل شدہ پرچے مرکز کو بھجوانے کی آخری تاریخ میں دو ہفتہ کی توسیع کی جارہی ہے۔ زعماء کرام اب اپنی مجلس کے حل شدہ پرچے ۱۴۔ اکتوبر ۹۳ء تک مرکز کو بھجوا سکتے ہیں۔

مرکزی امتحان سہ ماہی چہارم ۹۳ء دس دسمبر ۹۳ء کو منعقد ہو گا۔ زعماء کرام زیادہ سے زیادہ انصار کو ان علمی پروگراموں میں عملاً شریک کریں۔

(قائد تعلیم۔ مجلس انصار اللہ پاکستان)

سالِ نو تحریک جدید کے لئے مناسب تیاری کی ضرورت ہے

تحریک جدید کا انسٹھواں ۵۹واں سال ۳۱/ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو اختتام پذیر ہو رہا ہے۔ جملہ پاکستانی جماعتوں نے اسے کامیاب و بامراد بنانے کے لئے دفتر ہذا سے پر خلوص تعاون فرمایا۔ خاکسار ان سب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کے لئے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو حسنات دارین سے نوازے اور نئے سال کے لئے پہلے سے زیادہ مخلصانہ اور مقبول خدمات بجالانے کی توفیق بخشے۔

سال نو کے وعدہ جات کے فارم بھجوائے جا رہے ہیں ان میں ایک خانہ نیا داخل کیا گیا ہے۔ اس کی بھی ضرور خانہ پری فرمائی جائے۔ وہ خانہ ذیلی تنظیم ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

اسے انصار خ سے خدام اور ب سے بچگان۔ مستورات کی شناخت تو نام سے ہی ہو جاتی ہے۔ ان کے آگے لجنہ تحریر فرما دیا جائے۔

سال نو کی غیر معمولی ضروریات کے لئے مخلصین کو چاہئے کہ کم از کم شرح پر اکتفا نہ کی جائے۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ قربانی کی طرف رجحان قائم رکھا جائے اس کے لئے ابھی سے سیکرٹری صاحبان کو چاہئے کہ تمام مرد و زن اور بچگان کے ذہنوں کو تیار کریں تاکہ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ کے اعلان فرماتے ہی ایسا ایمان پرور رد عمل دیکھنے میں آئے کہ سب خورد و کلاں مسابقت الی الخیر کی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے نظر آئیں تاکہ زیادہ سے زیادہ دو ماہ کے اندر اندر جملہ پاکستانی جماعتوں کی طرف سے سال گزشتہ کی نسبت کہیں زیادہ قربانیاں حضرت امام جماعت کے حضور پیش کیا جا سکیں۔

اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق سعید بخشے۔

(وکیل المال اول تحریک جدید)

ضرورت خادم بیت الحمد

○ جماعت احمدیہ کھاریاں کو ایک مخلص خادم بیت الحمد کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی دوست کلام الٰہی پڑھانا جانتے ہوں تو انکو ترجیح دی جائے گی۔ تنخواہ ایک ہزار ۱۰۰۰ روپے ماہوار دی جائے گی۔

رشید الدین امیر جماعت احمدیہ کھاریاں
ضلع گجرات

الفضل انٹرنیشنل لندن کا اجراء

○ حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کی تعمیل میں اور حضور ایدہ اللہ کی رہنمائی میں اخبار الفضل انٹرنیشنل کا لندن سے اجراء ہو چکا ہے۔ اس کا پہلا شمارہ نمونے کے طور پر جلسہ سالانہ یوکے کے موقع پر شائع ہو چکا ہے۔ مستقل بنیادوں پر اخبار کو جاری کرنے کے سلسلہ میں جملہ انتظامات اب تکمیل کے مراحل میں ہیں۔

احمدی اہل قلم اور شعراء صاحبان سے درخواست ہے کہ اپنے مضامین اور کلام خاکسار کو مندرجہ ذیل پتہ پر بھجوائیں اور اس سلسلہ میں خاکسار سے تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

نیز احباب کرام کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ الفضل انٹرنیشنل کے سالانہ چندہ کی شرح حسب ذیل ہے۔

یورپ = ۲۷ پونڈ
افریقہ، امریکہ، کینیڈا و دیگر ممالک = ۳۶ پونڈ

رشید احمد چوہدری
مدیر اعلیٰ الفضل انٹرنیشنل
۱۶ گریسن ہال روڈ لندن
S.W.18-5-QL

بقیہ : ص ۱ کالم ۴

جس طرح کراچی اور کراچی سے باہر کے افراد نے گھر پر آکر ہمارا غم بانٹا جس دردمندی سے لجنہ کراچی کی ممبرات نے دکھ محسوس کیا اس کے لئے ہمارے دل جذبات تشکر سے لبریز ہیں۔ اب تک ہمارے پاس غیر از جماعت افراد بھی کثیر تعداد میں اظہار غم کے لئے آرہے ہیں بعض کا غم دیکھ کر ہم انہیں تسلی دیتے ہیں ہم سب کا فرداً فرداً شکریہ ادا کریں گے فی الوقت اس عریضے کے ذریعے اظہار تشکر کرتے ہیں۔

ہماری درخواست ہے کہ ہمیں، عزیزہ کے شوہر اور بچوں کو خاص دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ : ص ۱ کالم ۳

اظہار کا تعلق ہے جب دو انسانوں کے درمیان واسطہ پیدا ہوتا ہے ایک دوسرے کے سامنے آتے ہیں ایک دوسرے کے افسر ماتحت ہوتے ہیں، ایک دوسرے کی نگرانی میں ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے راعی اور رعیت بنتے ہیں۔ سب کے لئے خواہ دنیوی لحاظ سے بالا مقام رکھتے ہوں۔ ماتحتی کا مقام رکھتے ہوں۔ خواہ وہ سکھانے والے ہوں یا سیکھنے والے ہوں۔ اثر انداز ہونے والے ہوں یا اثر کو قبول کرنے والے ہوں ہر ایک کے لئے یہ حکم دیا ہے کہ (-) جو سب سے اچھی بات ہے۔ جو سب سے اچھے طریقہ پر بات ہو اس کی پابندی کرو۔ ورنہ تم شیطان کے لئے رخنوں کو کھولتے ہو۔

(از خطبہ ۱۲/ اپریل ۱۹۶۸ء)

نمائش

○ دستکاری مرکز ربوہ کی طرف سے تیار کپڑوں کی نمائش ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۹۳ء بروز پیر "مہمان خانہ مستورات" میں لگائی جائے گی۔ بہنیں تشریف لائیں اور اپنی پسند کی چیزیں خریدیں۔ (صدر لجنہ اماء اللہ پاکستان)

بازیافتہ لائسنس

○ دو عدد اسلحہ لائسنس مختلف جگہوں پر گرے ہوئے ملے ہیں۔ جن صاحبان کے ہوں۔ وہ دفتر صدر عمومی میں مکرم محمد اکبر صاحب سے وصول کرلیں۔

(صدر عمومی)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

ربوہ: ۷- اکتوبر- گرمی کا اثر بہت کم رہ گیا ہے- ربوہ کا درجہ حرارت: ۳۴ درجے سنٹی گریڈ

○ ملک بھر میں قومی اسمبلی کے انتخابات میں پر امن طور پر ووٹ ڈالے گئے- کہیں بدامنی یا قانون شکنی کا واقعہ پیش نہیں آیا-

○ وزیر اعظم معین قریشی اور صدر وسیم سجاد نے ملک کے مختلف حصوں میں جاکر پولنگ کے انتظامات کا جائزہ لیا اور اس امر پر اطمینان کا اظہار کیا کہ کہیں کوئی دھاندلی یا بدعنوانی نہیں ہو رہی- الیکشن کمیشن کے سربراہ مسٹر جسٹس ریٹائرڈ نعیم الدین نے بھی مختلف پولنگ سٹیشنوں کا معائنہ کیا اور پولنگ کے انتظامات کا جائزہ لیا-

○ ایم کیو ایم کے بائیکاٹ کی وجہ سے کراچی اور حیدر آباد میں پولنگ کی شرح بے حد کم رہی- یہ شرح عمومی طور پر ۱۰ سے ۱۵ فیصد رہی- سندھ اور سرحد کے علاقوں میں ووٹنگ کی شرح تیس سے پینتیس فیصد کے لگ بھگ تھی جبکہ پنجاب میں ووٹنگ کی شرح ۴۵ فیصد کے قریب رہی- خیال ہے کہ ملک میں مجموعی طور پر ووٹنگ کی شرح چالیس فیصد سے زیادہ رہے گی- وزیر اعظم معین قریشی نے ووٹنگ کی کم شرح پر افسوس کا اظہار کیا-

○ ملک بھر میں قومی اسمبلی کے انتخابات میں سب سے زیادہ دھچکا جماعت اسلامی کو پہنچا- جس نے اس دفعہ اسلامی فرنٹ کے نام سے الیکشن لڑا تھا اور مسلم لیگ نواز گروپ اور پیپلز پارٹی کے بعد سب سے زیادہ تعداد میں امیدوار کھڑے کئے تھے- لیکن اس کے صرف ۳- امیدوار کامیاب ہوئے-

○ عمومی طور پر مذہبی جماعتوں اور اتحادیوں کو بے حد کم ووٹ ملے ہیں- اسلامی جمہوری اتحاد اور متحدہ دینی محاذ دونوں قابل ذکر کارکردگی نہیں دکھا سکے آزاد کے طور پر بھی (فاٹا کے علاقے کو چھوڑ کر) بہت کم امیدوار کامیاب ہو سکے-

○ اکثر سیٹوں پر مسلم (ن) اور پیپلز پارٹی کے درمیان سخت مقابلہ ہوا- بہت سی نشستوں پر جیت اور ہار میں معمولی سا فرق رہا- ان دونوں بڑی پارٹیوں کے علاوہ دیگر جماعتوں اور آزاد امیدواروں کو بہت کم ووٹ ملے-

انتخابات میں پارٹی پوزیشن

آخری اطلاعات آنے تک انتخابات میں پارٹی پوزیشن مندرجہ ذیل تھی-

نشستیں	نام پارٹی
2	عوامی نیشنل پارٹی
1	بلوچستان نیشنل موومنٹ (حئی گروپ)
1	بلوچستان نیشنل موومنٹ (مینگل گروپ)
3	اسلامی جموری محاذ
13	آزاد (فاٹا ۷)
2	جمہوری وطن پارٹی
1	متحدہ دینی محاذ
1	نیشنل ڈیمو کریٹک الائنس
1	نیشنل پیپلز پارٹی
3	پاکستان اسلامک فرنٹ
3	پختون خواہ ملی عوامی پارٹی
1	پختون خواہ قومی پارٹی
6	پاکستان مسلم لیگ جونیجو گروپ
69	پاکستان مسلم لیگ نواز (پنجاب ۵۲)
83	پاکستان پیپلز پارٹی (پنجاب ۴۵)

○ لاہور، راولپنڈی میں نواز لیگ (ن) کو زیادہ کامیابی حاصل ہوئی- پیپلز پارٹی کے اہم لیڈر جہانگیر بدر، اعتزاز احسن، سلمان تاثیر کامیابی نہ حاصل کر سکے-

○ مسلم لیگ (ن) کے جو بڑے لیڈر منتخب نہ ہو سکے ان میں چوہدری شجاعت حسین، جاوید ہاشمی، شامل ہیں-

○ مولانا شاہ احمد نورانی تین سیٹوں پر ہارے جبکہ امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد ایک نشست پر ہارے- ایک اور نشست جس پر قاضی حسین احمد انتخاب میں کھڑے تھے اس کا انتخاب ملتوی ہو چکا ہے-

○ صوبہ سرحد میں اے این پی کے بڑے لیڈر اجمل خٹک (پارٹی سربراہ) اور غلام احمد بلور الیکشن ہار گئے-

○ میاں نواز شریف کے اہم ساتھی شیخ رشید، جنرل عبد المجید ملک، چوہدری نثار الیکشن جیت گئے-

○ محترمہ بے نظیر بھٹو اور بیگم نصرت بھٹو کے علاوہ دو اور خواتین بھی انتخاب میں کامیاب ہوئیں ان میں محترمہ تہمینہ دولتانہ مسلم لیگ (ن) کی طرف سے اور شہناز جاوید پی پی پی کی طرف سے کامیاب ہوئی-

○ اکبر بگتی اور نواب زادہ نصر اللہ خان بھی قومی اسمبلی کا انتخاب جیت گئے-

تبدیلی ٹیلیفون نمبر

پاک گولڈ سمتھ کے پروپرائٹر میاں عبد المنان ناصر ولد میاں عبد السلام کے گھر کے فون نمبر تبدیل ہو کر مندرجہ ذیل ہو گئے ہیں-

211749 211549

دکان کے فون نمبر 643 اور 550 ہی رہیں گے

گھر بیٹھے دنیا کی نشریات سے لطف اندوز ہوں
ہر قسم ڈش انٹینا
خریدنے کے لئے
قیمت- /۵۰۰ ۱۱ ڈش، ۱۲ مع مکمل فٹنگ
نیو محمود ٹیلیویژن
۲۱- ہال روڈ- لاہور
فون: ۳۵۵۴۲۲- ۷۲۲۶۵۰۸

دوا تدبیر ہے اور دعا اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتی ہے
حبوب مفید اٹھرا
۲۰ گرام .... ۲۰ روپے
۶۰ گرام .... ۶۰ روپے
تھوک و پرچون
ناصر دواخانہ گولبازار ربوہ

گل گھوٹو، منہ کھر اور سرکن کے علاوہ حیوانات کی دیگر امراض مثلاً بندش، اپھارہ، سوزش پستان، ٹک، جلد کی خرابی، رحم نکالنا، جیر، چیچک، واہ، زہر باد، جانوروں کا بخار اور تھنوں میں نارہ گلٹی پیدا ہو جانا وغیرہ کے لئے کیوریٹو ادویات حیوانات دستیاب ہیں- لٹریچر مفت (بذریعہ ڈاک 1 روپیہ کا ٹکٹ بھیج کر طلب کریں)
وٹرنری ڈاکٹرز فری سیمپلز اور لٹریچر براہ راست کمپنی سے طلب کریں-
کیوریٹو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو) کمپنی رجسٹرڈ
فون: کلینک ۶۰۶، ہیڈ آفس ۷۷۱ ربوہ
ڈسٹری بیوشن ۲۱۱۲۸۳

دانتوں کا معائنہ مفت احمد ڈینٹل کلینک
ڈینٹسٹ طارق مارکیٹ اقصیٰ چوک ربوہ
رانا مدثر احمد ۲ بجے تا ۸ بجے شام

انگریزی ادویات اور ٹیکہ جات کا مرکز
کنٹرول ریٹ پر اور بارعایت
بہتر تشخیص ——— مناسب علاج
کریم میڈیکل ہال
گول امین پور بازار فیصل آباد
فون ۳۴۱۳۴

ہر سائز، ہر قسم فریج، ڈیپ فریزر، ٹی وی، واشنگ مشین بازار سے بارعایت خریدنے کیلئے
عثمان الیکٹرونکس
۱- لنک میکلوڈ روڈ لاہور پر تشریف لائیں
فون: ۷۲۲۳۴۰۴- ۷۲۳۱۶۸۰- ۷۲۳۱۶۸۱

اکسیر موٹاپا -/۳۰
ہمدرد نسواں (حبوب اٹھرا) -/۱۵
دوائی فضل الٰہی برائے اولاد نرینہ -/۱۵۰
زد جام عشق -/۱۲۰ -/۴۸۰
اکسیر لیکوریا (کیپسول) -/۳۰
کلین اپ چہرے کے غیر ضروری بالوں کیلئے -/۱۵
سفوف اکسیر شوگر -/۳۰
جدید دواخانہ خدمت خلق گولبازار- ربوہ